بحث ونظر

عہدِ عثمانؓ میں جمعِ قرآن

چند اعتراضات کا جائزہ

ڈاکٹر حافظ محمود اختر

حضرت عثمانؓ نے جمعِ قرآن کا جو کارنامہ سرانجام دیا اس کی بنا پر امت نے آپ کو "جامع القرآن" کا دائمی خطاب دیا۔ اس سے امتِ مسلمہ کو ایسا مصحف ملا جس میں تمام کی تمام سات حروف (سبعہ احرف) ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے۔ لیکن بعض حلقوں نے قرآن مجید کے متن کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کے لیے آپؓ کے اس کارنامے کو غلط رنگ دیا، کئی ایک روایات، جن میں "جمع عثمان" کا ذکر ملتا ہے، کو غلط طور پر پیش کیا اور مفروضات کی ایک عمارت تعمیر کر ڈالی ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں ہم حضرت عثمانؓ کے اس کارنامہ کے حوالے سے مندرجہ ذیل اشکالات پر روشنی ڈالیں گے۔

۱۔ حضرت عثمانؓ نے یہ کام بلا جواز کیا۔ اس کے پس منظر میں ان کے سیاسی عزائم کارفرما تھے۔

۲۔ مستشرق بلاشر (BLACHERE) نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ذاتی غرض سے اپنی اور دیگر مہاجرین کی اہمیت جتانے کے لیے یہ کارنامہ انجام دیا تھا۔[1]

۳۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے مصحف کے علاوہ قرآنِ مجید کے باقی نسخے جلا دیے۔ گویا قرآن کا بہت سا حصہ ضائع کر دیا گیا۔[2]

۴۔ حضرت عثمانؓ نے جن لوگوں کو تدوین کمیٹی کا رکن بنایا ان میں سے کوئی بھی ایسا شخص نہ تھا جو حضورؐ کے بتائے ہوئے ماہرین قرآن میں سے ہو۔[3]

۵۔ تدوین کمیٹی کے ارکان کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض روایات میں ان ارکان کی تعداد بارہ اور بعض میں چار ہے۔ گویا یہ معاملہ ابہام کا شکار ہے۔[4]

۶۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو حضرت عثمانؓ کی اس کارروائی سے اختلاف تھا۔ انھوں نے لوگوں کو اپنے مصاحف حکومت کے سپرد کرنے سے منع فرمایا۔[۵]

۷۔ حضرت عثمانؓ نے اگرچہ مسلمانوں کے اختلافات مٹانے کے لیے یہ کارروائی کی، لیکن یہ اختلافات ختم نہ ہوسکے۔ کیونکہ آپؓ کے بعد بھی لوگوں کے پاس ذاتی مصاحف موجود رہے۔[۶]

۸۔ جب حضرت عثمانؓ نے قرآنِ مجید کا ایک باضابطہ نسخہ تیار کروایا، اس وقت تک مسلمانوں میں قرآنِ مجید کے بارے میں بہت سے اختلافات پیدا ہو چکے تھے اور ان اختلافات کو ختم کرنا ممکن نہ تھا۔[۷]

۹۔ حضرت عثمانؓ کی قائم کردہ کمیٹی نے جب اپنا تیار کردہ نسخہ آپ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ اس میں اغلاط موجود ہیں اور اہلِ عرب اپنی زبان سے ان کی اصلاح کریں گے۔

یہاں ان روایات و اشکالات کی وضاحت کی کوشش کی جائے گی۔

کیا حضرت عثمانؓ کی یہ کارروائی بلاجواز تھی؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں جب قرآن مجید جمع ہو چکا تھا تو پھر آپ کو دوبارہ اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

حقائق اس بات کی نفی کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی یہ کارروائی بلاجواز تھی۔ تمام معتبر کتبِ حدیث میں وہ روایت موجود ہے جو حضرت عثمان کی اس کارروائی کا سبب بنی۔ اس روایت کو صحیح تسلیم کیا گیا ہے۔ وہ روایت یہ ہے:

ابن شہاب روایت کرتے ہیں: انس	عن ابن شہاب أنّ
بن مالکؓ نے بیان فرمایا کہ حضرت حذیفہ	انس بن مالک حدّثه أن
بن الیمان آذربائیجان کی لڑائی کے بعد	حذیفة بن الیمان قدم
حضرت عثمانؓ کے پاس آئے۔ انھیں	علی عثمان وکان یغازی
قرآنِ مجید کی تلاوت میں لوگوں کے	أهل الشام فی فتح ارمینیة
اختلاف نے بہت پریشان کر دیا تھا۔	و آذربیجان مع أهل
انھوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا: اے	العراق فافزع حذیفة
امیر المومنین! اس امت کی خبر لیجیے اس	اختلافهم فی القراءة،

فقال حذیفۃ لعثمان، یا امیر المومنین ادرک ھذہ الامۃ قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیھود والنصاری[۱۰]	سے قبل کہ وہ اپنی کتاب میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے لگیں۔

یہ ایک طویل روایت ہے۔ اس جگہ اس کا صرف وہی حصہ نقل کیا گیا ہے جتنا مطلوب تھا۔ آئندہ چل کر باقی روایت بھی زیر بحث آئے گی۔ یہ روایت واضح کر رہی ہے کہ اختلاف موجود تھا اور اس بات کی ضرورت تھی کہ اس کا انسداد کیا جائے۔ اس اختلاف کے بارے میں ایک اور روایت ابن اشتہ نے ایوب کے طریق پر ابوقلابہؓ سے بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ بنو عامر کے ایک شخص انس بن مالک نے بیان کیا کہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں قرآن میں اس قدر اختلاف پیدا ہو گیا تھا کہ پڑھنے والے بچوں اور معلموں کے درمیان تلواریں نکل آئیں۔ حضرت عثمان کو اس کی خبر ملی تو فرمایا کہ لوگ میرے سامنے ہی قرآن کو جھٹلانے اور اس میں غلطی کرنے لگے ہیں تو جو لوگ مجھ سے دور ہوں گے وہ ان لوگوں کی نسبت زیادہ جھٹلانے والے اور غلطی کرنے والے ہوں گے۔ اے اصحاب محمدؐ تم جمع ہو جاؤ اور لوگوں کے لیے ایک امام (قرآن کا ایک راہنما نسخہ) لکھو[۱۱]

ایک اور روایت ہے کہ ایک قاری کے شاگرد دوسرے قاری کے شاگرد سے جھگڑتے۔ وہ کہتے کہ تم غلط پڑھتے ہو اور دوسرے پہلے کو غلط قرار دیتے اور ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے[۱۲]

ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے یہ کام بلا جواز نہیں کیا بلکہ اس کی ضرورت موجود تھی۔

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس "اختلاف" سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اس ابتدائی دور میں ہی قرآن مجید کا متن اختلافات کا شکار ہو چکا تھا اور ہر کوئی اپنے اپنے انداز سے پڑھنے لگا تھا۔ اس اختلاف کی نوعیت مولانا تقی عثمانی کے الفاظ میں یوں ہے:

حضرت عثمانؓ کے دور تک اسلام عرب و عجم میں پھیل چکا تھا۔ صحابہ کرام تبلیغ دین کے سلسلے میں بلاد و امصار میں پھیل چکے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم صلعم سے مختلف قراءتوں میں قرآن مجید پڑھا تھا۔ ان حضرات نے اسی انداز سے قرآن مجید اپنے شاگردوں

کو پڑھایا دور دراز کے لوگ اس حقیقت سے آگاہ نہ تھے کہ قرآن مجید کے بعض الفاظ ایک سے زیادہ طریقوں سے پڑھنے کی اجازت تھی۔ اسی بنا پر لوگوں میں جھگڑے کھڑے ہونے لگے۔ ایک شخص اپنی قرارت کو درست اور دوسرے کی قرارت کو غلط قرار دیتا۔ ان حالات میں اس بات کا خدشہ تھا کہ لوگ قرآن مجید کی متواتر قراتوں کو غلط قرار دینے کی سنگین غلطی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ دوسرے، حضرت زید بن ثابتؓ کے لکھے ہوئے نسخہ کے سوا پورے عالم اسلام میں کوئی نسخہ نہ تھا جو پوری امت کے لیے حجت بن سکے۔ اس نسخہ کے علاوہ باقی نسخے صحابہ کرامؓ کے ذاتی نسخے تھے۔ ان میں سات حروف کو یکجا کرنے کا کوئی اہتمام نہ تھا۔ ہر کسی نے اپنی اپنی قرارت کے مطابق اپنا اپنا نسخہ تحریر کر رکھا تھا۔ اس طرح کے جھگڑوں کے تصفیہ کے لیے کوئی قابلِ اعتماد صورت یہی ہو سکتی تھی کہ ایسے نسخے عالم اسلام میں پھیلا دئے جائیں جن میں ساتوں حروف جمع ہوں اور انہی کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جائے کہ کون سی قرارت صحیح اور کون سی غلط ہے۔ حضرت عثمانؓ نے یہی کارنامہ سر انجام دیا۔"[۱۳]

گویا یہ اختلاف قرآن مجید کے متن یا اس میں کمی بیشی کا نہیں تھا بلکہ قرآن مجید کے بعض الفاظ کی ادائیگی کا تھا اور اگر بنظرِ حقیقت دیکھا جائے تو یہ اختلاف دراصل اختلاف تھا ہی نہیں۔ قرآن کے بعض الفاظ ایک سے زیادہ طریقوں سے پڑھنے کی اجازت تو خود اللہ تعالیٰ نے عطا کی تھی[۱۴]

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن مجید کے جمع و تدوین کا کام حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں انجام پا چکا تھا تو حضرت عثمانؓ کے کام کی نوعیت کیا تھی؟ علامہ جلال الدین سیوطی نے ابن التین اور دیگر علماء کا نقطۂ نگاہ نقل کیا ہے کہ:

حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عثمانؓ کے قرآن مجید جمع کرنے کا فرق یہ ہے کہ خلیفۂ اول نے یہ کام اس خوف سے کیا تھا کہ کہیں حاملینِ قرآن کی موت کے ساتھ قرآن کا بھی کوئی حصّہ ضائع نہ ہو جائے کیونکہ قرآن اس وقت ایک جگہ اکٹھا نہیں تھا۔ چنانچہ انھوں نے قرآن کو صحیفوں میں اس ترتیب سے جمع کیا کہ ہر ایک سورت کی آیات حضور اکرم صلعم کے حکم کے مطابق درج کر دیں اور حضرت عثمانؓ کے جمع کرنے کی یہ شکل تھی کہ جس وقت قرآن کی تلاوت کے انداز اور طریقہ میں اختلاف زیادہ ہو گیا

اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ لوگ قرآن اپنی اپنی زبان میں پڑھنے لگے، اور ظاہر ہے کہ عرب کی زبانیں بہت وسیع ہیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں میں سے ہر ایک لہجے کے لوگ دوسرے لہجے والوں کو برسرِعام غلط کہنے لگے اور بات بڑھ جانے اور مشکلات پیدا ہونے کا خدشہ پیدا ہوگیا۔ اس لیے حضرت عثمانؓ نے قرآن کو ایک ہی مصحف میں سورتوں کی ترتیب کے ساتھ جمع کردیا اور تمام عرب کی زبانوں کو چھوڑ کر محض قبیلہ قریش کی زبان پر اکتفا کرلیا۔ اس سلسلے میں ان کی دلیل یہ تھی کہ قرآن، زبانِ قریش میں نازل ہوا ہے۔ صرف ابتداء میں دقت سے بچنے کے لیے اس کی تلاوت قریش کے علاوہ دوسری زبانوں کے تلفظ کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی۔ حضرت عثمانؓ کی رائے یہ تھی کہ جس ضرورت کے تحت یہ اجازت دی گئی تھی وہ ضرورت اب ختم ہوچکی ہے۔ لہٰذا انھوں نے قرآن کی قرأت محض ایک ہی زبان میں منحصر کردی[۱۵]

اس سلسلے میں علامہ سیوطیؒ نے قاضی ابوبکر کا ایک بیان نقل کیا ہے۔

حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی طرح قرآن کو محض بین اللوحین ہی جمع کردینے کا ارادہ نہیں فرمایا بلکہ انھوں نے تمام مسلمانوں کو ان معروف اور ثابت قرآتوں پر جمع کردینے کا ارادہ کیا جو نبی اکرم صلعم سے منقول چلی آرہی تھیں اور جس قدر قرائتیں اس کے علاوہ پیدا ہوگئی تھیں انھیں مٹا دینا چاہا[۱۶]

علامہ سیوطی نے حارث محاسبی کا نقطۂ نگاہ نقل کیا ہے کہ:

حضرت عثمانؓ نے تو یہ کیا کہ اپنے اور اپنے پاس موجود مہاجرین و انصار کے اتفاق رائے سے لوگوں کو ایک ہی قرأت پر آمادہ کرلیا[۱۷]

حضرت عثمانؓ نے درحقیقت ایک ایسا رسم الخط اختیار فرمایا جس میں ثابت شدہ تمام قرائتیں سما سکتی تھیں۔ گویا انھوں نے قرآن کے الفاظ و حروف کی تعداد، آیات وسوَر کی ترتیب و تعداد میں ایسی کوئی تبدیلی نہیں کی جس سے قرآن کے متن میں کوئی کمی بیشی ہوئی ہو۔ ان کے رسم الخط میں نہ نقطے لگائے گئے نہ حرکات، مثلاً سورۃ البقرہ میں ننشرہا لکھا تاکہ اسے نُنشِزُہا اور نَنشُرُہا، دونوں طرح پڑھا جاسکے۔ کیونکہ یہ دونوں قرائتیں درست ہیں۔ اسی طرح سورۃ الحجرات میں فَتَبَیَّنُوا کو فَتَبَیَّنُوا بھی پڑھا گیا اور فَتَثَبَّتُوا بھی۔ حضرت عثمانؓ نے اسے "فتبینو" لکھا تاکہ دونوں طرح پڑھا جاسکے[۱۸]

اس طرح حضرت عثمانؓ کا مقصد "سات حروف" کو ختم کرنا نہ تھا بلکہ انھوں نے تو انھیں ہمیشہ کے لیے محفوظ کرلیا۔ یہ نقطۂ نگاہ علامہ ابن حزم نے الفصل فی الملل میں[19] مولانا عبدالحق حقانی نے مقدمہ تفسیر حقانی میں[20] علامہ زرقانی نے مناہل العرفان[21] میں بیان کیا ہے آپ نے درحقیقت ایسا رسم الخط اختیار فرمایا کہ اس کی موجودگی میں تمام قراءتوں والے اپنے اپنے انداز کے مطابق پڑھ سکیں۔

علامہ جزری لکھتے ہیں:

"فقہاء، قراء اور متکلمین کی جماعتوں کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ عثمانی مصاحف ساتوں حروف پر مشتمل ہیں"۔[22]

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

واما قول من قال ابطل	رہا یہ قول کہ حضرت عثمانؓ نے "چھ حروف"
الاحرف الستة فقد كذب	کو منسوخ کر دیا تو جس نے یہ بات کہی
من قال ذلك ولو فعل عثمان	ہے اس نے بالکل غلط کہا ہے۔ اگر
ذلك او اراده لخرج عن الاسلام	آپؓ ایسا کرتے یا ایسا کرنے کا ارادہ کرتے
ولما مطل ساعة بل الاحرف	تو ایک ساعت کے توقف کے بغیر اسلام
السبعة كلها موجودة عندنا	سے خارج ہو جاتے بلکہ واقعہ یہ ہے
قائمة كما كانت مثبوتة في	کہ ساتوں کے سات حروف ہمارے
القرآات المشهورة المأثورة"[23]	پاس بعینہ موجود و مشہور اور قراءتوں
	میں محفوظ ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی، امام ابوالحسن علی اشعری کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

واقعہ یہ ہے کہ ساتوں حروف ہماری موجودہ قراءت میں موجود ہیں[24] علامہ زرکشی نے قاضی ابوبکر کا قول نقل کیا ہے کہ:

الصحيح ان هذه الاحرف	صحیح بات یہ ہے کہ یہ ساتوں حروف
السبعة ظهرت واستفاضت	حضور اکرم صلعم سے شہرت کے ساتھ
عن رسول الله صلعم وضبطها	منقول ہیں ائمہ نے انھیں محفوظ رکھا ہے
عنه الائمة واثبتها عثمان	اور حضرت عثمانؓ اور صحابہ کرام نے انھیں

والصحابة فی المصحف[۲۵] مصحف میں باقی رکھا۔
ان حضراتِ گرامی کے علاوہ علامہ علی القاری[۲۶]، علامہ زرقانی[۲۷]، شاہ ولی اللہ[۲۸]، علامہ انور شاہ کشمیری[۲۹]، علامہ زاہد الکوثری[۳۰] نے اسی نقطہ نگاہ کا اظہار کیا ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ ابن جریر کے اس خیال کو کہ مصحفِ عثمانؓ میں "سات حروف" ختم کر دیے گئے، درست تسلیم نہیں کرتے۔ فرماتے ہیں کہ دراصل علامہ ابن جریر طبری پر "سبعہ احرف" کے صحیح معانی واضح نہیں ہو سکے۔[۳۱]

اس سلسلے میں علامہ زاہد الکوثری لکھتے ہیں:

"بہت سے لوگوں نے ابن جریر طبری کے مقام سے متاثر ہو کر یہ رائے قائم کر لی ہے کہ اس وقت قرآنِ مجید صرف ایک ہی حرف پر موجود ہے..... ابن جریر کی رائے نہایت سنگین اور خطرناک ہے۔"[۳۲]

جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے کہ حضرت عثمانؓ نے قرآن مجید جلا ڈالا، اس بارے میں بعض لوگوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ایسا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا۔ لیکن اسے ایک امر واقع بھی مان لیا جائے تو یہ کارروائی نہایت ناگزیر تھی۔ کیونکہ قرات کے اختلاف کی بنیاد پر لوگ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے اور ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے تھے اگر سرکاری اور متفقہ نسخے کے علاوہ باقی نسخے باقی رکھے جاتے تو حضرت عثمان کی ساری محنت ضائع ہو جاتی اور لوگ اسی طرح اختلافات کا شکار رہتے۔ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس نسخے کو متفقہ نسخے کے طور پر متعارف کروایا جاتا جو باقی نسخوں کی موجودگی میں ممکن نہ تھا۔ پھر یہ کہ اس کارروائی سے قرآن مجید کے ایک شوشے پر بھی کوئی اثر نہیں پڑا اس لیے کہ قرآن مجید لوگوں کے سینوں میں موجود تھا۔ اس صورت میں کسی چیز کے ضائع ہونے کا امکان نہیں ہو سکتا تھا۔

اگر آپ کا مقصد یہی ہوتا کہ آپ کے نسخہ کو چیلنج سے بچایا جائے تو آپ کبھی بھی حضرت حفصہؓ کا نسخہ انھیں واپس نہ کرتے اور یہ سرکاری تحویل میں آجاتا۔ حضرت حفصہؓ کی کوئی سرکاری حیثیت نہ تھی۔ اس بات کا جواز موجود تھا کہ آپ امت کے اجتماعی مفاد کا حوالہ دے کر اس نسخہ کو اپنے ہی پاس رکھ لیتے۔ یہ نسخہ ۲۴ ہجری سے لے کر ۶۴ یا ۶۵ ہجری تک موجود رہا۔

اس نسخے کی موجودگی میں حضرت حفصہؓ اور دیگر حفاظِ کرام کسی بھی طرح کا تصرّف برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ اس پورے عرصے میں ہمیں کہیں سے بھی ایک آواز بلند ہوتی ہوئی سنائی نہیں دیتی کہ حضرت عثمانؓ نے قرآنِ مجید کے نسخے جلادیئے۔

یہ بات عملاً بھی ناممکن تھی کہ حضرت عثمانؓ کی پولیس آناً فاناً پوری مملکت میں حرکت میں آگئی ہو اور اس نے تمام لوگوں سے جبراً قرآن مجید برآمد کرواکے جلادیئے ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ نہ ایسا ہوا اور نہ ایسا ممکن تھا۔

باقی مصاحف کے جلادیئے جانے کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے علامہ زرکشی لکھتے ہیں:۔

واما تعلق الروافض بأنّ عثمان احرق المصاحف فانه جهل منهم وعمى فانّ هٰذا من فضائله وعلمه؛ فانه اصلح ولمّ الشعث، وكان ذلك واجبًا عليه، ولو تركه لعصى، لما فيه من التضييع؛ وحاشاه من ذلك.	جہاں تک روافض کی اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مصاحف کو جلادیا تھا تو یہ ان کی جہالت اور اندھاپن (حقائق سے آنکھیں بند کرلینا) ہے یہ تو ان کے فضائل اور علم میں شمار ہوتا ہے۔ بے شک انھوں نے یہ اچھا کارنامہ انجام دیا کہ بگاڑ کی اصلاح کردی اور یہ کام (بحیثیت خلیفہ) ان پر لازم تھا۔ اگر وہ یہ کام نہ کرتے تو یہ غلط کام ہوتا۔ کیونکہ (اس صورتِ حال میں) قرآنِ مجید کے ضائع ہوجانے کا خدشہ تھا اور وہ اس سے بچنا چاہتے تھے۔
واما قولهم: انه احرق المصاحف؛ فانه غير ثابت، ولو ثبت لوجب حمله على انه احرق مصاحف قد اودعت ما لا يحل قراءته وفى الجملة انه امام عدل غير معاند ولا طاغ	اور ان کا یہ قول کہ حضرت عثمانؓ نے قرآنی مصاحف جلاڈالے تھے ثابت نہیں ہے اور اگر یہ ثابت ہو بھی جائے تب بھی ہم اس فعل کو اسی پر محمول کریں گے کہ انھوں نے ان ہی مصاحف

فی التنزیل، ولم یحرق الاّ ما یجب احراقہ ولھٰذا لم ینکر علیہ ذالک، بل رضوہ وعدّوہ من مناقبہ، حتّٰی قال علیؓ: لو ولیت ما ولی عثمان لعملت بالمصاحف ما عمل۔

کو جلایا جن میں ایسی قرأتیں موجود تھیں جن کا پڑھنا جائز نہ تھا۔ مختصر یہ کہ حضرت عثمانؓ امام عادل تھے، حق یا قرآن کے مخالف نہ تھے اور تنزیل کے بھی مخالف نہ تھے۔ انھوں نے اسی چیز کو جلایا جس کا جلانا ان پر واجب تھا۔ اسی لیے کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی بلکہ ان کے ساتھ اس سلسلے میں سب متفق ہوئے اور جمع قرآن کو سب نے ان کے مناقب میں شمار کیا۔ یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر مجھے عثمان کی طرح والی بنایا جاتا تو مصاحف میں وہی کچھ کرتا جو عثمانؓ نے کیا۔

جہاں تک جمع قرآن کمیٹی کے ارکان کی تعداد میں فرق والی روایات کا تعلق ہے، ان میں ابن ابی داؤد کی بیان کردہ ایک روایت میں ارکان کی تعداد بارہ[۳۳] اور بخاری کی روایت کے مطابق چار ہے[۳۴]۔

بعض مستشرقین نے بھی اس اختلاف کو اچھالا ہے اور حضرت عثمانؓ کی جمع قرآن کی کارروائی کو انھوں نے متن قرآن کو مشکوک بنانے کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی ہے[۳۵]۔

جب ہم ابن ابی داؤد کی بیان کردہ روایات کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ مصنف نے اس موضوع سے متعلق تمام روایات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے انھیں اس سے بحث نہیں ہوتی کہ ان روایات میں کون سی روایت غلط ہے، کون سی ضعیف اور کون سی معتبر۔ چنانچہ وہ ایک طرف اگر بارہ رکنی کمیٹی کا ذکر کرتے ہیں تو ساتھ ہی دو رکنی کمیٹی کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں۔ عجب بات ہے کہ ابن ابی داؤد ایک ہی مسئلہ کے بارے

میں مختلف روایات نقل کرنے کا بڑا شوق رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان میں واضح طور پر تضاد ہی کیوں نہ پایا جاتا ہو"[۳۶]

اس کے علاوہ یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ بخاری شریف، قرآن مجید کے بعد معتبر ترین کتاب تسلیم کی گئی ہے۔ وہ کتب احادیث کے طبقات میں طبقہ اوّل میں سرفہرست ہے۔ جبکہ ابن ابی داؤد کی "کتاب المصاحف" تیسرے یا چوتھے درجہ کی کتاب ہے۔ ابن ابی داؤد بطور محدث اور ان کی کتاب دونوں وہ مقام نہیں رکھتے جو بخاری اور ان کی الجامع الصحیح کو حاصل ہے۔ اس لیے عقلی اور اصولی طور پر بخاری کی روایت زیادہ معتبر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ان متناقض روایات کا جائزہ لیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بنیادی طور پر یہ کام چار اصحابؓ کے ہی سپرد تھا لیکن دیگر صحابہ کرامؓ کو ان کی مدد پر مامور کیا گیا تھا۔ ان اصحابؓ میں حضرات ابیّ ابن کعبؓ، کثیر بن افلح مالک بن ابی عامر، انس بن مالک اور ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ تھے۔[۳۷]

حضرت عثمانؓ نے اس کام کے شروع کرنے سے پہلے اکابر صحابہؓ کو جمع فرمایا اور ان سے مشورہ کیا:

"مجھے یہ خبر ملی ہے کہ بعض لوگ ایک دوسرے کو اس قسم کی باتیں کہتے ہیں کہ میری قرأت تمہاری قرأت سے بہتر ہے اور یہ بات کفر کی حد تک پہنچ سکتی ہے لہٰذا اس بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے ان سے پوچھا، آپ نے کیا سوچا ہے؟ آپ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ ہم تمام لوگوں کو ایک ہی مصحف پر جمع کر دیں تاکہ کوئی اختلاف و انتشار پیش نہ آئے۔ صحابہ کرامؓ نے اس رائے کو پسند کیا اور حضرت عثمانؓ کی تائید کی"۔[۳۸]

حضرت عثمانؓ والے نسخہ پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہوا تھا۔ علامہ مقری اپنی کتاب نفح الطیب میں لکھتے ہیں:

ھذا اجمع علیہ	یہ وہ مصحف ہے جس پر اصحاب
جماعۃ من اصحاب	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت
رسول اللہ صلعم منہم	نے اجماع فرمایا تھا۔ ان صحابہ کرامؓ

زید بن ثابت وعبد الله بن زبیر وسعید بن العاص[۳۹] | میں زید بن ثابت، عبد اللہ بن زبیر اور سعید بن العاص ہیں۔[۳۹]

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں ایک مصحف تیار کیا گیا۔ اس میں شاذ قراءتوں کو چھوڑ دیا گیا صرف متواتر قراءتوں کو لیا گیا اور قبائلِ عرب کی سات زبانوں میں سے جن پر قرآن نازل کیا گیا تھا۔ ایک لغت قریش کو (رسم الخط میں) اختیار کر لیا گیا اور باقی لغات کے مصاحف ترک کر دئے گئے[۴۰]

ابن ابی داؤد کی کتاب المصاحف میں یہ روایت موجود ہے کہ

حضرت علیؓ نے فرمایا حضرت عثمانؓ کے بارے میں بھلائی کے علاوہ کوئی بات نہ کہو کیونکہ مصاحف کے بارے میں انھوں نے جو کیا وہ ہماری موجودگی میں کیا۔ انھوں نے ہم سب سے مشورہ کیا کہ ان قراءتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیونکہ مجھے اطلاعات مل رہی ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے۔ حالانکہ یہ ایسی بات ہے جو کفر کے قریب تک پہنچتی ہے۔ اس پر ہم نے ان سے کہا کہ پھر آپ کی رائے کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ ہم سب لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں تاکہ کوئی افتراق واختلاف باقی نہ رہے۔ ہم سب نے کہا آپ نے بڑی اچھی رائے قائم کی[۴۱]

سطور سابقہ میں جو حقائق پیش کیے گئے ہیں ان سے یہ باتیں واضح ہو رہی ہیں کہ

(۱) حضرت عثمانؓ کے عہد میں جو کارروائی ہوئی وہ بلا جواز نہ تھی۔ اس کی ضرورت دینی اعتبار سے بھی تھی اور عقل اور منطق بھی اس کی متقاضی تھی۔

یہ کام آپ نے صرف اپنی مرضی سے نہیں کیا بلکہ صحابہؓ کا مشورہ بھی اس میں شامل تھا۔

جس چیز کو اختلاف کہا جاتا ہے، اس کی حقیقت دراصل اسی قدر تھی کہ کچھ الفاظ کی ادائیگی میں فرق موجود تھا۔ اس کے علاوہ قرآنِ مجید کے متن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ مولانا تقی عثمانی، مستدرک حاکم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے جو نسخہ تیار کروایا تھا اس میں سورتیں مرتب نہ تھیں بلکہ ہر سورت الگ الگ لکھی ہوئی تھی۔ اب حضرت عثمان کے دور میں ترتیب توقیفی کی بنیاد پر انھیں ترتیب دے کر ایک مصحف میں یکجا کر دیا گیا[۴۲]

حضرت عثمان کے جمع کردہ قرآن مجید میں ایسا رسم الخط اپنایا گیا تھا جس میں تمام

منسوب تک نہیں ہے۔

۴۔ حضرت علیؓ کا دور حکومت مصحف عثمانی کی ترتیب کے بعد ہے۔ سربراہِ مملکت ہونے، حافظِ قرآن ہونے اور محافظِ دین (خلیفہ) ہونے کے ناطے آپ پر فرضِ عین تھا کہ آپ تحریف شدہ مقامات کی اصلاح فرماتے جبکہ ایسا نہیں ہوا۔

آپ کا خاموش رہنا ایک دینی جرم ہوتا۔ کیا کوئی ادنیٰ مسلمان بھی اس کا تصور کرسکتا ہے کہ اس مرتبہ جلیلہ پر فائز ہوتے ہوئے آپ نے قرآن مجید کے بارے میں چشم پوشی سے کام لیا۔ ان تمام باتوں کے بالمقابل آپ نے نہ صرف کسی قسم کی تحریف کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ آپ نے وہی قرآن امت کو دیا جو حضرت عثمان نے مرتب کروایا تھا۔

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

حضرت علی..... پونے چھ برس تک برسر اقتدار رہے۔ ان کا حکم چلتا تھا۔ ان پر کیا دباؤ تھا کہ انھوں نے اصل قرآن جاری نہیں فرمایا۔ امام حسن کو بھی خلافت ملی۔ وہ بھی امام معصوم سمجھے گئے ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود کسی کو یہ کس طرح جرأت ہوسکتی ہے کہ ایسی بات کہے..... قرآن میں کوئی حرف زائد یا کم یا تبدیل ہونا ہم کیسے تسلیم کرسکتے ہیں جبکہ قرآن میں تبدیلی کی وجہ سے ان حضرات پر جہاد، اہل شام سے لڑائی سے زیادہ اہم اور ضروری تھا[۴۸]

علامہ موصوف اس سلسلے میں مزید لکھتے ہیں:

حضرت عثمانؓ ایسے وقت میں ہوئے ہیں کہ تمام جزیرۃ العرب مسلمانوں قرآنِ مجید کے نسخوں، مساجد اور قاریوں سے بھرا ہوا تھا۔ قرآ حضرات بچوں بڑوں اور دور و نزدیک کے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ یمن جو ایک وسیع علاقہ تھا، بحرین، عمان جن کی آبادی وسیع اور متعدد دیہاتوں اور شہروں پر مشتمل تھی، مکہ طائف، مدینہ، شام، جزیرہ، مصر، کوفہ، بصرہ، ان تمام مقامات پر قرآن کے اس قدر نسخے اور قاری موجود تھے کہ ان کا شمار اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں کرسکتا۔ اگر حضرت عثمانؓ اس طرح کا ارادہ کرتے، جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں تو بھی وہ ایسا کرنے پر ہرگز قادر نہیں ہوسکتے تھے..... قرآنِ مجید کے لاتعداد نسخوں کو ختم کرسکنے کی بات تو بہت بڑی ہے اگر کوئی نابغہ یا زہیر کے شعر میں کوئی کلمہ گھٹانا بڑھانا چاہے تو

جائز اور ثابت شدہ قرأتیں سما سکیں۔[43]

اس کے علاوہ اب تک قرآنِ مجید کا مکمل معیاری نسخہ جو پوری امت کی اجتماعی تصدیق سے مرتب کیا گیا ہو، صرف ایک تھا۔ اب ایک سے زیادہ نقلیں کی گئیں۔ جو مکہ مکرمہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ کو بھیجی گئیں اور ایک نسخہ مدینہ طیبہ میں محفوظ رکھا گیا۔[44]

اس مصحف کی تیاری کے وقت نہ صرف یہ کہ حضرت حفصہؓ والے نسخہ کی ہوبہو نقل تیار کی گئی بلکہ مزید احتیاط کے لیے وہی طریقہ اپنایا گیا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنایا تھا، کہ عہدِ نبوی کی متفرق تحریریں بھی طلب کی گئیں اور ان کا نئے مصحف سے ازسرِنو مقابلہ کیا گیا۔ حضرت زیدؓ نے اس وقت تک کوئی آیت نہ لکھی جب تک کہ وہ ان تحریروں میں بھی نہیں مل گئی۔[45]

ان تمام احتیاطی تدابیر کی روشنی میں حضرت عثمانؓ کے تیار کردہ مصحف کی صحت کے بارے میں کسی بدگمانی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

بعض حلقوں کی جانب سے یہ نقطۂ نگاہ اختیار کیا گیا ہے کہ:

حضرت عثمانؓ نے قرآنِ مجید سے وہ تمام حصّے نکال دئے جن میں اہل بیت اور حضرت علیؓ کے مناقب و فضائل بیان کیے گئے تھے۔[46]

حضرت عثمانؓ کی جمع قرآن کی کارروائی کے بارے میں حضرت علیؓ کا نقطۂ نگاہ ابن ابی داؤد کے کتاب المصاحف کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے حضرت علیؓ کا وہ تفصیلی بیان بھی نقل کیا ہے جس سے "مصحف عثمانی" کے بارے میں حضرت علیؓ کے نقطۂ نگاہ کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔[47]

اس نقطۂ نگاہ کے سلسلہ میں درج ذیل نکات بھی غور طلب ہیں۔

١۔ کیا حضرت علیؓ کے سامنے قرآنِ مجید میں تبدیلی اور کمی کر دی گئی اور آپؓ نے اس سلسلے میں کوئی احتجاج نہ کیا بلکہ خاموش رہے۔

٢۔ حضرت علیؓ خود حافظ قرآن تھے۔ بالفرض اگر حضرت عثمانؓ نے کوئی گڑبڑ کردی تھی تو حضرت علیؓ کو چاہئے تھا کہ وہ اعلان فرماتے کہ یوں تحریفِ قرآن کا ارتکاب کیا گیا ہے اور میں اس کی اصلاح کر رہا ہوں، حالانکہ حضرت علیؓ سے اس قسم کا کوئی بیان

بھی وہ اس پر قادر نہیں ہوگا اور اس تبدیلی کا راز جلد ہی فاش ہو جائے گا اور ثابت شدہ نسخے اس کی مخالفت کریں گے۔ پھر قرآن مجید جو کہ لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے، اس میں اس قسم کی تبدیلی کیونکر ممکن ہو سکتی ہے"۔[۴۹]

اگر ہم اس وقت کے حالات کو نگاہ میں رکھیں جب حضرت عثمانؓ نے قرآن جمع فرمایا تھا، تو اس بات کا شائبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ حضرت عثمانؓ نے متن قرآن میں کوئی تبدیلی کر دی ہوگی۔ صحابہ کرام کی جرأتِ ایمانی کا حال تو یہ تھا کہ دین کی کسی ادنیٰ سی بات سے انحراف کو جائز تصور کرتے اور اس کے اور اس کے خلاف سینہ سپر ہو جاتے تھے۔ حضرت حسین اپنے خاندان کے ساتھ شہید کر دیئے گئے اس لیے کہ وہ فاسق آدمی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ بر سرِ عام ایک شخص امیر المومنین حضرت عمرؓ سے استفسار کرتا ہے کہ لوگوں کی قمیصیں تو اتنی لمبی نہیں بن سکیں، تقریر کرنے سے قبل جواب دیں کہ امیر المومنین کی قمیص کس طرح اتنی لمبی بن گئی۔[۵۰]

اس کے مقابلہ میں کسی نے حضرت عثمانؓ کی کارروائی پر اعتراض نہ کیا بلکہ اس سے اتفاق کیا یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی تھی۔

صحابہ کرامؓ اس بات سے بھی آگاہ تھے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

من كذب علی متعمدًا	جس نے میرے بارے میں جان بوجھ
فليتبوا مقعده من النار[۵۱]	کر جھوٹی بات کہی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

ایک اور روایت یوں ہے، حضورؐ نے فرمایا۔

من قال فی القرآن برای	جس نے قرآن میں اپنی رائے سے
فليتبوأ مقعده من النار[۵۲]	کوئی بات کہی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

مسلمانوں کا تو بحیثیت قوم مزاج ہی ایسا ہے کہ تحقیق اس کے رگ و ریشے میں رچی بسی ہے۔ انھوں نے تدوینِ حدیث کے سلسلے میں جو تحقیقی روایت چھوڑی ہے اس کی نظیر کسی قوم کے پاس نہ موجود تھی اور نہ ہو سکتی ہے۔

اس سلسلے میں خود اہلِ مغرب کے اعترافات بھی موجود ہیں اور انہوں نے تو اس کی تعریف کی ہی ہے، اس پس منظر میں کوئی دیانتدار محقق یہ بات تسلیم نہیں کر سکتا کہ حضرت عثمانؓ نے قرآن مجید میں تبدیلیاں کر دیں اور لوگ خاموش تماشائی بنے رہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں علمی دیانت داری کا جو معیار تھا اس کے تحت انھوں نے حکم دیا کہ ساتوں نسخوں کو ایک ایک کر کے مسجد نبوی میں ایک شخص با آواز بلند شروع سے آخر تک پڑھے تاکہ کسی شخص کو یہ شبہ نہ رہے کہ حضرت عثمانؓ نے قرآن مجید میں تبدیلی کر دی[۵۳]

حضرت عثمانؓ کے تیار کردہ مصحف پر ایک اعتراض یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے آپ کی اس کارروائی پر اعتراض کیا تھا اور ابن مسعودؓ اس نسخہ سے متفق نہ تھے۔ اس سلسلے میں ترمذی شریف کی ایک روایت جس میں امام زہری کا قول نقل کیا ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کو شکایت تھی کہ کتابتِ قرآن مجید کا کام ان کے سپرد کیوں نہیں کیا گیا۔ جبکہ انھوں نے حضرت زید ابن ثابتؓ کے مقابلے میں زیادہ طویل عرصہ تک حضورؐ کی صحبت سے فیض حاصل کیا تھا[۵۴]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اس نقطۂ نگاہ کی وضاحت کی ہے۔

حضرت عثمانؓ نے یہ کام مدینہ طیبہ میں کیا تھا۔ ابنِ مسعودؓ اس وقت کوفہ میں تھے۔ حضرت عثمانؓ اس کام کو موخر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ حضرت زید ابن ثابتؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں تدوین قرآن مجید کا کام کر چکے تھے۔ لہٰذا انھوں نے یہی مناسب سمجھا کہ یہ مرحلہ بھی انہی کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچے۔[۵۵]

حافظ ابن حجر کی اس توجیہ کے علاوہ اس مسئلہ کی وضاحت یوں بھی ہوتی ہے کہ:

حضرت عثمانؓ کو اس وقت جو مسئلہ درپیش تھا وہ فوری نوعیت کا مسئلہ تھا۔ یہ صحابہؓ کے عمومی مقام و مرتبہ کا مسئلہ نہ تھا بلکہ اس کا تعلق تجربے سے تھا۔ حضورؐ نے جن صحابہ کرامؓ کے نام بطور قاری کے لوگوں کو بتائے ہوئے تھے ان میں عبداللہ ابن مسعودؓ تھے۔ لیکن تدوینِ قرآن کا مسئلہ ایسا نہ تھا کہ کسی ماہر قرآن ہی کو اس پر مامور کیا جاتا۔ کیا زید ابنِ ثابتؓ کے لیے یہ اعزاز کچھ کم تھا کہ حضرت ابنِ مسعودؓ پر فوقیت رکھنے والے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عثمانؓ سے پہلے تدوینِ قرآن کے کام پر زید ابن ثابتؓ ہی کو مامور کیا تھا۔ پہلے دو خلفاءؓ نے ابن مسعودؓ کی مدینہ کی موجودگی کے باوجود انھیں تدوینِ قرآن پر مامور نہ کیا تھا۔ اب تو ابنِ مسعودؓ مدینہ سے ... میں ... سے واضح ہوا کہ حضرات شیخینؓ نے موزوں ترین فرد کو اس کام

پر لگایا تھا۔ دونوں مواقع پر زید ابن ثابتؓ کو مامور کرنا اس وجہ سے بھی تھا کہ وہ حضورؐ کے عہد میں کاتب وحی تھے۔ اگر مسئلہ تفسیر قرآن کا ہوتا تو شاید ابن مسعودؓ اس کام کے لیے موزوں تر ہوتے۔ لیکن یہاں تو مسئلہ ایسے کام کا تھا جس میں زید ابن ثابتؓ کا تجربہ ابن مسعودؓ سے زیادہ تھا۔ حضرت زید ابن ثابتؓ اور ان کی زیر نگرانی کام کرنے والی کمیٹی کے ارکان کو بھی کئی ایک امتیاز حاصل تھے۔ زید ابن ثابتؓ کے بارے میں حضور صلعم نے فرمایا:

من سرہ ان یقرا القراٰن	جو شخص قرآن کو تر و تازہ پڑھنا چاہے
غضا فلیقرأہ بقراءۃ زید [٥٦]	تو وہ زید ابن ثابت کی قراءت کو اپنائے

سلیمان بن یسار سے اہل مدینہ کی قراءت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

اجتمع علیہا ابن عمر،	اس پر ابن عمر، عثمان، ابی بن کعب
وعثمان، وابیّ وزید وکان	اور زید متفق ہیں اور زید ہمارے نزدیک
زید اقرأھم عندنا۔ [٥٧]	سب سے زیادہ بہتر قاری تھے۔

زید بن ثابتؓ کے بارے میں نورالدین عتر لکھتے ہیں:

وقد بلغ فی الذکاء مبلغًا	وہ ذہانت میں عظیم درجہ تک پہنچے
عظیمًا تمیّز بہ علی	ان کی حیثیت ان کے ہم عصروں میں
اھل عصرہ [٥٨]	سب سے ممتاز رہے۔

شعبی کہتے ہیں:

علت رتبۃ زید فی	زید ابن ثابتؓ کا مرتبہ علم فرائض اور
الفرائض والقراٰن [٥٩]	علم قرآن میں سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے

ابو عبدالرحمٰن السلمی تابعی کہتے ہیں:

کانت قراءۃ ابی بکر وعمر	ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، زید ابن ثابتؓ
وعثمان وزید بن ثابت	اور مہاجرینؓ و انصارؓ کی قرأت ایک
المہاجرین والانصار	ہی تھی۔ وہ عام قرأت کے مطابق ہی
واحدۃ، کانوا یقرؤون	قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔
القراءۃ العامۃ، وھی	یہ وہی قراءت تھی جس پر حضور اکرمؐ

القراءة التي قرأها	نے جبریل کے سامنے دو مرتبہ قرآن
رسول الله صلعم على	مجید پڑھا تھا جس سال کہ آپ کی وفات
جبريل مرتين في العام	ہوئی۔ زید ابن ثابتؓ "عرضۂ اخیرہ" میں
الذي قبض فيه وكان	موجود تھے اور وہ لوگوں کو اسی کے
زيد قد شهد العرضة	مطابق پڑھاتے تھے یہاں تک کہ آپ
الاخيرة، وكان يقرئ الناس	کی وفات ہوگئی۔ اسی بنا پر حضرت ابوبکر
بها حتى مات، ولذلك	صدیقؓ نے قرآن جمع کرتے وقت ان
اعتمده الصديق في جمعه	پر اعتماد کیا اور عثمانؓ نے بھی کتابت
وولاه عثمان كتبة المصحف [٦٠]	مصحف کا کام انھیں کے سپرد کیا۔

"نکت الانتصار" میں بھی اس سلسلے میں لکھا ہے۔

...... وغير ذلك كثير	...... ان اقوال کے علاوہ بھی آپ
من الاخبار في فضله وعلو	کے فضائل میں بہت سے اقوال موجود
قدمه في القرآن الكريم	ہیں اور قرآن مجید کے معاملے میں آپ
متواترة المعنى كما بين	کا بلند مرتبہ ہونا تواتر معنوی کی حد تک
اهل التحقيق۔ [٦١]	ثابت ہے جیسا کہ محققین کا خیال ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب انھیں جمع قرآن کا کام سونپا تھا تو اس وقت ان کے بارے میں آپؓ کے الفاظ یہ تھے:

انك شاب (او رجل) عاقل [٦٢]	بے شک تم عقل مند نوجوان ہو۔

ایک مرتبہ لوگوں سے سوال کیا:—

من اكتب الناس؟ قالوا	سب سے اچھا کاتب کون ہے؟
كاتب رسول الله صلعم زيد	کہا گیا کہ رسول اللہ کے کاتب زید
بن ثابت، قال فاى الناس	ابن ثابتؓ۔ آپؓ نے پوچھا سب سے
اعرب؟ قالوا سعيد بن	زیادہ عربی کا ماہر کون ہے؟ کہا گیا
العاص، قال عثمان فليمل	کہ سعید بن العاصؓ ہیں۔ آپؓ نے فرمایا
سعيد وليكتب زيد [٦٣]	سعید لکھائیں اور زید لکھیں۔

ایک دوسری روایت میں سعید بن العاصؓ کے بارے میں حضرت عثمانؓ کا سوال یوں ہے:

ای الناس افصح؟ قالوا	لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح کون ہے؟
سعید بن العاص[٦٤]	لوگوں نے کہا سعید بن العاص۔

ان روایات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت زید ابن ثابتؓ کو ان کے مخصوص امتیازات کی وجہ ہی سے جمع قرآن کمیٹی کا سربراہ بنایا گیا تھا۔

ان تفصیلات کی روشنی میں ہم بجا طور پر مستشرق بہل (Buhl) کے اس نقطۂ نگاہ کی تردید کر سکتے ہیں کہ قرآن مجید لکھنے والے لوگ نوآموز اور ناتجربہ کار تھے اور ان کی طرف سے کچھ لاپرواہی کا مظاہرہ ہوا اور قرآن مجید میں کچھ غلطیاں باقی رہ گئیں[٦٥]۔

حضرت عثمانؓ کے تیار کردہ نسخہ پر ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ:

آپ کے سامنے آپ کا تیار کردہ نسخہ لایا گیا تو آپ نے فرمایا:

ان فی القرآن لحناً ستقیمه	"بے شک قرآنِ مجید میں "لحن" ہے۔ عرب
العرب بالسنتهم[٦٦]	اپنی زبان سے اسے درست کریں گے"۔

اس سلسلے میں علامہ محمود آلوسی نے وضاحت کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں

لم یصح عن عثمان اصلاً[٦٧]	یعنی یہ روایت حضرت عثمانؓ سے بالکل ثابت نہیں۔

وہ مزید لکھتے ہیں:

مصحف عثمانؓ پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے۔ رسم عثمانی وحی سے بھی ثابت ہے۔ حدیث نبوی کی رُو سے غلطی پر اجماع ہو ہی نہیں سکتا۔

اس روایت میں مذکور ہے حضرت عثمانؓ نے "جمع قرآن کمیٹی" کے ارکان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

احسنتم واجملتم[٦٨]	یعنی تم نے اچھا اور عمدہ کام کیا ہے۔

اگر اس کام میں کوئی غلطی ہوتی تو آپ اس غلطی کی تحسین کیوں کر فرما سکتے تھے۔

ابو عبیدہ نے عبدالرحمٰن بن ہانی سے نقل کیا ہے کہ میں حضرت عثمانؓ کے پاس تھا کہ کاتبانِ مصاحف، مصحف کے حصے آپ کے سامنے پیش کرتے تھے تو اس میں لم یتسن، لاتبدیل للخلق اور امهل الکافرین لکھا ہوا تھا۔ آپ

نے تینوں مقامات پر قلم دوات منگوا کر غلطی کی اصلاح فرمادی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ ذاتی طور پر مصحف کو چیک کرتے تھے اور غلطیوں کی اصلاح فرمایا کرتے تھے۔ اس اعتراض کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ یہاں "لحن" سے مراد غلطی نہیں بلکہ قرآن کے وہ صحیح الفاظ مراد ہیں جو اہلِ عرب کی زبان پر چڑھے ہوئے نہ تھے اور یہ الفاظ ان کی طرزِ گفتار کے مطابق نہ تھے۔ ایسے الفاظ کے بارے میں حضرت عثمانؓ نے فرمایا تھا قرآنِ مجید میں ایسے انداز کے الفاظ ہیں جنھیں عرب بار بار پڑھنے سے صحیح طور پر پڑھنے لگیں گے اور ان کی زبانیں رفتہ رفتہ اس طرز پر پڑھنے کی عادی بن جائیں گی۔

اس میں شک نہیں کہ لفظ "لحن" دو معنوں میں مشترک ہے۔ ایک معنیٰ غلطی ہے اور ایک معنی طرزِ کلام۔ یہاں دوسرا معنیٰ مراد لیا جائے گا۔ یہی معنیٰ امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں بیان کیا ہے کہ اسے "لحن محمود" کہا جاتا ہے۔ اسی کے متعلق شاعر کہتا ہے۔

خیر الحدیث ما کان لحنا

اچھی بات وہ ہے جو ایک خاص طرز سے کہی جائے

یہی معنیٰ خود قرآنِ مجید کی آیتِ مبارکہ وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ فِي لَحۡنِ ٱلۡقَوۡلِ میں استعمال کیا گیا ہے۔

بخاری شریف میں حضورؐ کا ایک فرمان موجود ہے۔

لعل بعضکم ان یکون الحن	یعنی فریقینِ مقدمہ میں سے کبھی ایک
بحجته من بعض فاقضی له	فصیح طرزِ کلام کا ماہر ہوتا ہے میں اس
علی نحو ما اسمع منه فمن	کی بات سن کر فیصلہ کر دیتا ہوں۔ لہٰذا اگر
قضیت له بشیٔ من اخیه فلا یاخذنه	کسی بھائی کا حق ایسے میں دیدوں تو وہ اسے ہرگز نہ
فانما اقطع له قطعة من النار (بخاری، مسلم)	لے۔ یہ اس کے حق میں آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔

ایک وضاحت یہ بھی کی گئی ہے کہ "لحن" سے رسم الخط کا لحن مراد ہو کہ رسمِ مصحفِ عثمانی میں بعض جگہ ملفوظ اور مکتوب الفاظ موافق نہیں لیکن عرب اہلِ زبان اپنی زبان سے اسے درست پڑھ لیں گے۔

علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں:

اس روایت کی سند منقطع اور مضطرب ہے اور اس کے راوی ضعیف ہیں۔[۶۹]

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضرت عثمان کے نسخہ میں کوئی غلطی نہ تھی اور نہ ہی حضرت عثمانؓ نے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ تدوین کمیٹی کے تیار کردہ نسخے میں غلطیاں ہیں اور لوگ خود انھیں درست کریں گے۔ اس طرح ان روایات سے قرآن مجید کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

حضرت عثمانؓ کے تیار کروائے ہوئے مصحف کے بارے میں ہم نے چند باتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اہل مغرب نے شیعہ مآخذ کو بنیاد بناتے ہوئے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ کی اس کارروائی کا کوئی فائدہ مرتب نہ ہوا اور قرآن مجید کے متن میں غلطیاں موجود رہیں اہل مغرب نے محض قیاس آرائیوں کی بنیاد پر یہ غلط بیانیاں کی ہیں۔ ورنہ حقائق ان کے موقف کی تائید نہیں کرتے۔

اہل مغرب کے اسی متعصبانہ اور معاندانہ غور و فکر کا نتیجہ ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کی اس کارروائی کے بارے میں کوئی ایک فیصلہ نہیں کر سکے۔ اور صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ محض قیاس آرائیوں اور ظن و تخمین سے کام لے رہے ہیں۔ ان کے فیصلوں میں زمین و آسمان کا فرق دکھائی دیتا ہے۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن مجید اس سے قبل اصل حالت میں موجود تھا لیکن حضرت عثمانؓ نے اس میں تغیر و تبدل کر دیا۔[۷۰]

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ قرآن کے متن کا کھوج لگانے کی پہلی کوشش ہی حضرت عثمانؓ نے کی[۷۱] ایک گروہ کہتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کا یہ نسخہ، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تیار کردہ نسخہ کی من و عن نقل تھی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ والا نسخہ غیر مرتب قسم کا تھا، لہٰذا حضرت عثمانؓ کا نسخہ بھی کچھ اسی طرح کا تھا۔[۷۲] (گویا یہ گروہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے کوئی تصرف نہیں کیا بلکہ محض ایک نسخہ سے دوسرا نسخہ نقل کروا لیا)

نولڈیکے، جس کے نقطہ نگاہ کو اکثر مغربی علماء نے مقلدانہ انداز سے اپنایا ہے حضرت عثمانؓ کی ساری کارروائی کو مشکوک اور ناقابل اعتبار قرار دیتا ہے۔[۷۳] لیکن ایک دوسرا گروہ پورے تیقن کے ساتھ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ کی کارروائی نہایت احتیاط کے ساتھ ہوئی[۷۴] ایک گروہ اس بات کو اچھالتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہد تک

قرآن مجید کے متن میں اختلافات پیدا ہو چکے تھے[۲] دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اس قسم کی کوئی بات نہ تھی، حضرت عثمانؓ نے تو یہ سب کچھ محض اپنی اہمیت جتانے کے لیے کیا[۳]

ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن مجید لکھنے والے صحابہؓ، قابل اعتماد نہ تھے[۴] جبکہ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ان کاتبانِ وحی کے تقویٰ میں کسی بھی قسم کا شک وشبہ کرنے کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے[۵]

معترضین کے اعتراضات کا سب سے کمزور پہلو یہ ہے کہ وہ سب کچھ ظن وتخمین اور قیاس آرائی کی بنیاد پر کہتے ہیں ان کی قیاس آرائیوں کی تردید کرنے والے ثقہ شواہد موجود ہوتے ہیں، تب بھی وہ اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ہر ذی ہوش انسان فیصلہ کر سکتا ہے کہ ایک طرف ثقہ شواہد اور تحقیق شدہ حقائق ہوں اور دوسری جانب قیاس آرائیاں ہوں، تو قیاس آرائی کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

یہ تضادات اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ کسی واضح فیصلہ تک نہیں پہنچ پائے لیکن اسلام دشمنی اور تعصب میں وہ مخالفت کرنے پر مجبور ہیں اور اسی مجبوری میں وہ مخالفت برائے مخالفت کرتے چلے جاتے ہیں۔

مصادر ومراجع

۱۔ بحوالہ صبحی صالح، ڈاکٹر، مباحث فی علوم القرآن، دار العلم للملایین، بیروت، ۱۹۶۵ء، صفحہ ۷۹
یہی نقطۂ نگاہ دیگر لوگوں نے بھی اختیار کیا مثلاً Noldeke, T. Sketches from Eastern History, Khayat, PP. 50

۲۔ ایضاً ص ۵۲

۳۔ بحوالہ صبحی صالح، مباحث فی علوم القرآن، ص ۸۰-۷۹ ۔ حقانی، عبدالحق، البیان فی علوم القرآن، ص ۲۵۸

۴۔ بحوالہ مباحث فی علوم القرآن ص ۷۹

۵۔ عبداللہ ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، المطبعۃ الرحمانیہ، مصر، ۱۹۳۶ء، صفحہ ۱۴-۱۶

۶؎ بہل (Buhl) انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، جلد دوم، ص ۱۰۷۳
۷؎ عبداللہ ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، ص ۱۴-۱۶
۸؎ سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، المطبعۃ التجاریہ، مصر، جلد اوّل، ص ۶۰
۹؎ عبداللہ ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، صفحہ ۳۲
۱۰؎ بخاری محمد بن اسماعیل، امام، الجامع الصحیح، جلد سوم، ص ۱۲۶۔ اس کے علاوہ یہ روایت تمام کتب صحاح میں موجود ہے۔
۱۱، ۱۲؎ سیوطی، جلال الدین، الاتقان، جلد اول، ص ۶۱
۱۳؎ تقی عثمانی، مولانا، علوم القرآن، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، صفحہ ۱۸۷
۱۴؎ نزل القرآن علی سبعۃ احرف۔ یہ حدیث اکیس صحابہ کرامؓ سے مروی ہے۔ ابو عبید نے اسے متواتر قرار دیا ہے۔ حضور اکرم صلعم نے فرمایا "جبریل نے مجھے قرآن مجید سات حروف میں پڑھایا۔ میں زیادت طلب کرتا رہا۔ وہ بڑھاتے گئے یہاں تک کہ سات حروف تک نوبت پہنچی"۔ اس سلسلے میں مزید تفصیلات کے لیے سیوطی، الاتقان، جلد اوّل، ص ۴۵ دیکھئے
۱۵؎ ایضاً ص ۶۱۔ اس سلسلے میں علامہ زرکشی لکھتے ہیں: ولم یحتج الصحابۃ فی ایام ابی بکر وعمر الی جمعہ علی وجہ ما جمعہ عثمان لانہ لم یحدث فی ایامہما من الخلاف فیہ ماحدث فی زمن عثمان، ولقد وفق لامر عظیم ورفع الاختلاف وجمع الکلمۃ واراح الامۃ
زرکشی، البرہان فی علوم القرآن، جلد اوّل، ص ۲۳۹ ۱۶؎ ایضاً ص ۲۳۹
۱۷؎ سیوطی، الاتقان، جلد اول، ص ۶۱ حضرت عثمانؓ کے نسخہ کے بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:
اس کارروائی کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ آپؓ نے قرآن مجید کی نقلیں تیار کروائیں۔ املا میں کہیں کہیں ترمیم کی گئی۔ لفظ کی آواز کو نہیں بدلا گیا۔ لیکن اس آواز کی املا کو کچھ بدلا گیا۔ اس کے بعد اس کے چار یا سات نسخے تیار کیے گئے.... اسلامی مملکت میں یہ نسخے پھیلائے گئے اور کہا گیا کہ آئندہ نسخے انھیں سے نقل کرکے تیار کئے جائیں اور اس کے علاوہ نسخوں کو تلف کر دیا گیا۔

حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء، ص ۲۴

۱۸؎ الزرقانی، محمد عبدالعظیم، مناہل العرفان، جلد اول، ص ۲۵۳-۲۵۴
۱۹؎ ابن حزم، کتاب الفصل فی الملل والاہواء والنحل، جلد دوم، ص ۸۱-۸۲
۲۰؎ حقانی، عبدالحق، مولانا، البیان فی علوم القرآن، ص ۵۱-۵۲

۲۱ه الزرقانی۔مناہل العرفان، جلد اول، ص۲۶۸-۲۷۲
۲۲ه ابن الجزری، النشر فی القراءات العشر، المکتبۃ التجاریہ، مصر، جلد اول، ص۳۱
۲۳ه ابن حزم، کتاب الفصل فی الملل والاہواء والنحل، جلد دوم، ص۷۷-۷۸
۲۴ه عینی، بدر الدین، علامہ، عمدۃ القاری (کتاب الخصومات) جلد ۱۲ ص۲۵۸
۲۵ه زرکشی، البرہان فی علوم القرآن، داراحیاء الکتب العربیہ، جلد اول، ص۱۵۱
۲۶ه علی القاری۔علامہ، مرقاۃ المفاتیح، مکتبہ امدادیہ، ملتان، ۱۳۸۷ھ جلد پنجم
۲۷ه الزرقانی، مناہل العرفان، جلد اول، ص۱۵۱
۲۸ه شاہ ولی اللہ، المصفیٰ، مطبعہ فاروقی، دہلی، صفحہ ۱۸۷
۲۹ه انورشاہ کشمیری، فیض الباری، مطبع حجازی، مصر، ۱۳۵۸ھ، جلد سوم، ص۳۲۱-۳۲۲
۳۰ه زاہد الکوثری، علامہ، مقالات الکوثری، مطبعہ الانوار، قاہرہ، ۱۳۷۲ھ، ص۲۰-۲۱
۳۱ه انورشاہ کشمیری، فیض الباری، جلد سوم ص۳۲۱-۳۲۲
۳۲ه زاہد الکوثری، مقالات کوثری، ص۲۱ (ه) ۳۲ زرکشی، البرہان، جلد اول، ص۲۴
۳۳ه عبد اللہ ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، ص۲۵
۳۴ه بخاری، الجامع الصحیح، جلد سوم، ص۱۲۶
۳۵ه ۳۶ه بحوالہ صبحی صالح، مباحث فی علوم القرآن ص۷۹
۳۷ه ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، جلد نہم، ص۱۳-۱۵
۳۸ه سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، جلد اول، ص۶۱
۳۹ه مقری، نفح الطیب، جلد اوّل ص۳۹۸
۴۰ه شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء، جلد دوم، ص۵
۴۱ه عبد اللہ ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، ص۲۲
۴۲ه حاکم، امام، مستدرک حاکم، جلد دوم، ص۲۲۹
۴۳ه الزرقانی، مناہل العرفان، حاکم اوّل ص۲۵۳-۲۵۴
۴۴ه ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، جلد نہم ص۱۷ ۴۵ه ایضاً ص۱۵
۴۶ه ضربت عیسوی، تاویل القرآن، ص۱۰۶-۱۰۷ دیگر کئی ایک مستشرقین نے بھی یہی نقطۂ نگاہ اختیار کیا ہے۔ (i) Arthur Jeffery, Material for the History of text

of the Quran, PP. 10
(ii) Bhul, Encyclopaedia of Islam, vol II PP. 1073
(iii) Margoliuth, Mohammadanism, PP. 70
(iv) فنڈر، پادری، میزان الحق، صہ ۳۶، ۴۴۔ (ان سب لوگوں نے شیعہ مآخذ کے حوالے سے یہ نقطۂ نگاہ اپنایا ہے)

۴۷ سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، جلد اول، صہ ۶۰

۴۸ ابنِ حزم، کتاب الفصل فی الملل والاہواء والنحل، مطبع الادبیہ، مصر، ۱۳۲۰ھ جلد دوم، صفحہ ۶۱

۴۹ ایضاً، جلد دوم صہ ۱۰۷ ۵۰ حسین ہیکل، عمر فاروق، مطبعہ مصر شرکۃ المصریہ ۱۳۶۴ھ جلد دوم صہ ۲۱۴

۵۱ مسلم، امام، الجامع الصحیح، مطبع محمد علی، مصر، ۱۳۳۴ھ، جلد اول، صہ ۸۰

۵۲ بحوالہ ابنِ کثیر، محمد بن اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم، (مقدمہ) مطبعہ مصطفیٰ محمد ۱۹۲۸، جلد اول، صہ ۵

۵۳ حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاول پور، صہ ۲۴

۵۴، ۵۵ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، جلد نہم، صہ ۱۶-۱۷

۵۶ تا ۵۹ نور الدین عتر، محاضرات فی علوم القرآن، مطبعۃ دار الکتاب، دمشق ۱۹۹۱۔ صہ ۵۴

۶۰ الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن، جلد اوّل، صہ ۲۳۷

۶۱ بحوالہ نور الدین عتر، محاضرات فی علوم القرآن، صہ ۵۴

۶۲ تا ۶۴ عبد اللہ بن ابی داؤد، کتاب المصاحف، صہ ۲۴

۶۵ بہل (Bhul) کی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، صہ ۱۰۷۳

۶۶ عبد اللہ بن ابی داؤد، کتاب المصاحف، صہ ۳۲ ۶۷ تا ۶۹ آلوسی، روح المعانی، جلد اول، صہ ۲۸

۷۰ ضربت عیسوی، تاویل القرآن، صفحہ ۱۰۶-۱۰۷ ۔ آرتھر جیفری کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ اگر ہم حضرت عثمانؓ سے قبل کی قرآن کی قراتیں تلاش کرنا چاہیں تو یہ بالکل عبث ہوگا۔ قرآن پورا تھا لیکن آپ نے ضائع کر دیا۔ حالانکہ اس کے لکھے ہوئے مقدمہ کے پہلے ہی صفحہ پر وہ کہتا ہے کہ مسلمانوں نے کبھی قرآن کے متن کو اکٹھا کرنے کی باقاعدہ کوشش ہی نہیں کی۔ اس سلسلے میں دیکھئے: Arther Jeffery,
Material for the History of the Text of the Quran (Preface) PP. I

۷۱ آرتھر جیفری، حوالہ سابق۔ نیز Naldeke, T. Sketches from Eastern - History, Khyat Berut, PP. 51.

72. Bhul, Encyclopaedia of Islam, PP. 1037

۷۳ Noldeke, Sketches from Eastern History, PP. 51.

۷۴ بحوالہ صبحی صالح، مباحث فی علوم القرآن، ص ۸۰

۷۵ Arther Jeffery, Material for the History of the Text of the Quran, PP. II

۷۶ (i) Noldeke, Sketches from Eastern History, PP. 50

(ii) Nicholson, Literary History of the Arabs (Preface) PP. XII. XIII

۷۷، ۷۸ بحوالہ صبحی صالح، مباحث فی علوم القرآن، ص ۸۰

ادارہ ادب اسلامی ہند کی مطبوعات

تماشائی	م. نسیم کی افسانوی کاوشوں کا مجموعہ۔ صفحات ۲۵۶	قیمت: ۵۰ روپئے
متاع آخر شب	حفیظ میرٹھی کا شعری مجموعہ صفحات ۱۶۰	قیمت: ۴۰ روپئے
حفیظ میرٹھی	فن اور شخصیت ۔ ترتیب عزیز بگھروی انتظار نعیم صفحات ۲۵۶	قیمت: ۷۰ روپئے
چہار حرف	عزیز بگھروی کا اولین شعری مجموعہ۔ صفحات ۱۴۴	قیمت: ۲۵ روپئے
ناموس قلم	عزیز بگھروی کا دوسرا شعری مجموعہ صفحات ۱۴۴	قیمت: ۴۰ روپئے

ملنے کے پتے

ادارۂ ادب اسلامی ہند ۲۷۰۳۔ بارہ دری بلیماران۔ دہلی ۶

مرکزی مکتبہ اسلامی۔ بازار چتلی قبر۔ دہلی ۶

ہندوستان پبلیکیشنز کمپنی۔ گلی قاسم جان۔ دہلی ۶

JUST OUT!

Focus on Palestine (Part I)

The first part of the ***Muslim & Arab Perspectives'*** special issue, '**Focus on Palestine**,' has been just released. Its 116 pages are packed with many interesting and informative articles on various fundamental aspects of the Palestinian Question, including a major article on the history of Palestine from the first Jewish invasion in 1220BC to the Oslo Accord, by Dr Zafarul-Islam Khan, an expert on Palestine and the Middle East. The second part of the '**Focus on Palestine**' will concentrate on aspects of the Palestinian Question not disscussed in this part. The third part will deal with Jerusalem. Send Rs 45/ US$7/£5 (by airmail) for your copy of this important publication or, better still, save considerably by subscribing at the following yearly rates*:

	Individual	Institution
India	Rs150	Rs300
Foreign (by airmail)	$25/£15	$46/£30

Pl. add $2 if cheque payable outside India.

THE INSTITUTE OF ISLAMIC AND ARABIC STUDIES
P.O.Box 9701, 84 Abul Fazl Enclave, New Delhi 110025